تقابلی ادبی مطالعات

پروفیسر دیوشنکر نوین
مترجم: رغبت شمیم ملک

تلخیص: تقابلی ادبی مطالعات جیسی اصطلاح اب نامانوس نہیں ہے۔ بلکہ یہ اب ایک ایسا شعبہ ہے جسے بعض معاملات میں مرکزیت حاصل ہے۔ تقابلی ادبی مطالعات کا طریق کار بین العلومی ہوتا ہے۔ جس میں ایک یا ایک سے زائد زبانوں کا مطالعہ اُن کے تہذیبی و ثقافتی، سیاسی و سماجی نیز جغرافیائی اور لسانی سطح پر کیا جاتا ہے۔ دیکھا جائے تو ہندوستان میں تقابلی ادبی مطالعات کا اگرچہ کوئی مرکز نہیں بنا لیکن بین الاقوامی سطح پر اس کے کئی اسکول مثلاً فرانسیسی اسکول، جرمن اسکول اور امریکی اسکول وغیرہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔

کلیدی الفاظ: تقابلی ادب، تقابلی مطالعہ، بین العلومی طریق کار، کثیر اللسان، تقابلی ادبی مطالعات کے اسکول۔

تقابل نوع انسان کے بودوباش کا قدیم میلان رہا ہے باہمی خلوص میں بھی اور مخاصمت میں بھی۔ اکثر لوگ قرب وجوار کے نظام حیات یا ماحول سے اپنا یا دوسروں کا تقابل مقصدی یا اور غیر مقصدی طور پر کرتے رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اس تقابل میں کسی کو بہتر تو کسی کو کمتر ثابت کرتے رہتے ہیں۔ یہ اجتماعی نظام حیات کا قدیم عمل ہی نہیں بلکہ اجتماعی شعور اور لاشعور کا اہم عنصر بھی ہے۔

ادبی میدان میں ادبی شخصیات یا تخلیقات کے تقابل کا میلان 'تقابلی مطالعہ' یا 'تقابلی

ادب' کہلاتا ہے۔ یہ ایک بین العلومی (Interdisiciplinary) مطالعہ ہے۔ اس میں الگ الگ جغرافیائی، انتظامی اور قومی ماحول کے ادبی اور ثقافتی اظہارات کا تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یہ عمل دو یا دو سے زیادہ ملکوں کی ثقافتوں کی پروردہ زبانوں کے انفرادی یا اجتماعی کارناموں پر مبنی ہوتا ہے۔ لیکن اس کا دائرۂ عمل ادب کی بنیادی آوازوں کے باوجود اس کا میلان ادبی مطالعہ تک محدود نہیں ہوتا؛ یہ منسلک شعبوں کی معیشت، سیاسی سرگرمی، ثقافتی تحریک، مذہبی تفریق، ماحول، بین الاقوامی رشتے، سماجی اور ثقافتی پیداوار کے عام اصول، سائنس وغیرہ کے داخلی تجزیہ پر بھی زور دیتا ہے۔ اس میں ثقافتوں کے داخلی سروکاروں سے وابستہ لسانی اور فنی روایات اور بین الاقوامی رشتوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس کے کرداری خاکہ میں بین الثقافتی اور بین الاقوامی ادب، تاریخ، سیاست، فلسفہ، آرٹ، سائنس سمیت سبھی انسانی سرگرمیاں شامل ہوتی ہیں۔

تقابلی ادب ایسا شعبۂ علم ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے ادب کی لسانی، ثقافتی اور قومی اقدار کے جہات و امکانات کا واضح اور تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تقابل اس مطالعہ کا اہم جز ہے۔ یہ مطالعہ تنگ نظری کو چھوڑ کر آفاقیت کے آزاد تصور کی طرف مائل نظر آتا ہے۔

اس مطالعہ میں اسکالر آرٹ، تاریخ، سماجیات، مذہبیات جیسے شاخِ علم سے حاصل علم کے استعمال سے ادب کے باہمی رشتوں کا مطالعہ کرتا ہے۔

شعبۂ علم کی آزاد شاخ کے طور پر تقابلی ادب کی معنویت ابھی بھی سب سے زیادہ قابل قبول نہیں ہوئی ہے۔ اس کی خاص وجہ اس شاخ کے قدیم ماخذات ہیں۔ لگ بھگ تعلیمی اداروں میں اس شاخِ علم کا آغاز لسانی ادب کے مطالعہ کے مرکز سے ہوا ہے۔ حاویّت (Hegemony) کے سبب وہ ابتدائی ماخذ اتنی آسانی سے اپنی جانشین کو آزاد شاخ کی معنویت کیسے عطا کرے؟ لیکن سچائی ہے کہ تقابلی ادب کو اس کے بین العلومی میلان کے سبب ایک نہایت اہم، مفید اور مقبول عام شاخ علم

کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اگر چہ یہ تکنیکی اور قانونی شاخ لگاتار اپنے میلانات میں توسیع کرتا رہتا ہے۔ عملی طور پر یہ مطالعہ تاریخی شعور سے شروع ہوکر آفاقی ادبی تاریخ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

تقابلی ادب کا خاص طریق کار تقابل ہوتا ہے؛ لیکن اس تقابل کا مقصد کسی تخلیق یا تخلیق کار کو بہتر یا کمتر ثابت کرنا نہیں، بلکہ تخلیق یا تخلیق کار کے افکار و نظریات کی خوبی اور خامی کو دیکھتے ہوئے اس کے قومی شعور، قدری شعور اور انسانیت کی نوعیت کا مطالعہ ہوتا ہے۔

ایک سروے کے مطابق ہندوستان جیسے کثیر اللسان ملک میں 1652 مادری زبانوں کے علاوہ متعدد اعلیٰ ادبی زبانوں کا وجود ہے۔ ہیئتی تخلیق الگ الگ ہونے کے باوجود ہر ہندوستانی زبان کی معاشی ساخت یکساں ہے۔ ہندوستانی زبانوں کے ادب اور ذات پات کی تاریخ، سماجی شعور، ثقافتی قدر کی صحیح شناخت کا آسان راستہ تقابلی ادب سے واضح ہوسکتا ہے؛ اور ہندوستانی ثقافت کی بنیادی خصوصیات کی پرکھ ہوسکتی ہے۔ اس امید کی روشنی میں ہندوستان کی سبھی یونی ورسٹیوں میں ایک شعبۂ علم کے طور پر ''تقابلی ادب'' کے درس وتدریس کا آغاز ضروری ہے۔ اور چوں کہ تقابلی مطالعہ کی صنفی ترقی ترجمہ کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے ہندوستان کی سبھی یونی ورسٹیوں میں ''ترجمہ مطالعات'' (Translation studies) جیسے شعبۂ علم کی ترقی بھی ضروری ہے۔

تقابلی مطالعہ دراصل تعلیم کا ایک وسیع نظریہ ہے جس میں کم از کم دو تقابلی موضوع، سیاق وسباق اور متون کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے لئے ترجمہ شدہ ادب کی بہتات اور ترجمہ مطالعات کی توسیع سے ''تقابل'' کی کثیر جہتی ترقی مفید ہوگی۔ اس تعلیمی شعبہ میں مطالعۂ تذکرہ، تجزیہ کا مقصد، مطابقت اور عدم مطابقت کا مسئلہ، زبان وادب کے ارتقائی عمل کی طرف مائل رہتا ہے۔

غور طلب نکتہ یہ ہے کہ سماجی پس منظر میں مختلف ممالک کے تعلیمی نظاموں کا تجزیاتی مطالعہ تقابلی تعلیم کہلاتا ہے۔ اس طرح کا مطالعہ قومی تعلیم کے اصلاحی نظریہ میں اہم کردار ادا

کرتا ہے۔تقابلی تعلیم سماج کی کثیر الجہت دائرہ کاروں اور طریقہ کاروں کے مطالعہ کا میدان ہے۔اس کا تعلق بھی سماجی علوم سے ہوتا ہے۔اسی سبب بین علاقائی اور بین العلومی مطالعہ کے تقابلی ماہرین تعلیم سے استفادہ ضروری ہے۔اس نظام تعلیم میں الگ الگ تاریخی ،فلسفیانہ،ثقافتی ،معاشی ، صنعتی حالات کا عمیق مطالعہ کیا جاتا ہے کیوں کہ انسان کے اجتماعی میلان اوران سب کے اثرات اتنے مستحکم ہوتے ہیں کہ ان کی تعلیمی تربیت اور ماحول کسی بھی صورت میں ان سے آزادنہیں رہ پاتا۔واضح طور پران سے سیکولر علمی طریق کار بلاشبہ ناکام ثابت ہوگا۔تقابلی مطالعہ کے تحت درج بالا اجزائے ترکیبی کی روشنی میں تعلیمی اداروں کی تخلیق و تنظیمی مقصد،شماری تفصیل ،موضوع اور نصاب ،طریق مطالعہ اور مطالعۂ مہارت ہوتا ہے۔ظاہر ہے کہ سماجی ترقی میں اس نظام تعلیم کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔مطالعہ کا یہ طریق کار اسکالرکو سیکولر تحقیق کی طرف مائل کرتا ہے۔دوسرے مما لک کے مسائل اور حل سے اپنے مسائل کی شناخت کر کے اس سے نجات پانے کی فہم عطا کرتا ہے۔اپنی ترقی کے لئے دوسروں کی خوبیوں سے متاثر ہونا اور خامیوں سے سبق حاصل کرنا ہمیشہ ہی اچھا ہوتا ہے۔اس نقطۂ نظر سے تقابلی تعلیم اور تقابلی ادب بین الاقوامی افہام و تفہیم کے جذبہ واحساس کو وسیع اور مستحکم کرتا ہے اور تعلیمی ماحول کو شاندار اور آزاد بناتا ہے۔

ہندوستان ہمیشہ سے علم کے متلاشی غیر ملکی سیاحوں اور محنت کش قارئین کے لئے ایک پُرکشش مرکز رہا ہے۔ ہندوستان کے گپت خاندان کے راجا چندر گپت وکرما دتیہ اور چین کے ''جن راج ونش'' کے عہد میں چینی بودھ بھکشو ،ادیب ،مترجم فاہیان (Fahien) (422-337ء) نے بودھ ادب کو جمع کر کے چین لے جانے کے لئے 407-402ء تک ہندوستان کا سفر کیا،اور واپس لوٹ کر اپنا سفر مکمل کیا۔اسی طرح چینی بودھ مذہب میں عہد ساز کارناموں کو مشہور چینی بودھ بھکشو ، مترجم ہیونگ سانگ Hiuen Tsang کا 645-629ء کا ہندوستانی سفر نامہ اس سمت میں اہم کام ہے۔مشہور چینی بودھ بھکشو اِتسنگ I-tsing (664-635) نے اپنے ہندوستانی سفر (695-671) کے دوران دس برسوں تک نالندہ یونی ورسٹی میں رہ کر وہاں کے مشہور اسکالروں سے سنسکرت اور بودھ مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ 691ء میں لکھے ''بھارت اور ملَے دویپ پُنج میں رائج بودھ مذہب کی

تفصیل' ' کے عنوان سے مشہور اپنی کتاب میں اس نے نالندہ یونی ورسٹی اور وکرم شیلا یونی ورسٹی اور اس عہد کے ہندوستان کی سیاسی تاریخ کے بارے میں جو کچھ لکھا جو آج بھی بودھ مذہب اور سنسکرت ادب کی تاریخ کا نایاب ماخذ ہے۔ان تینوں چینی سیاحوں نے ہندوستان کے مروجہ نظام تعلیم کی بہت تعریف کی ہے۔

یورپ سے آئے سیاحوں نے بھی اس نظام تعلیم کا ذکر کیا ہے۔تاہم غیر منظّم اور غیر سائنسی تجزیہ کے سبب انھیں کلاسیکی طریق کار کے مطابق تقابل تعلیم کا حصہ نہیں مانا گیا۔کلاسیکی طور پر اس علمی شعبہ کے منظّم مطالعہ کا آغاز انیسویں صدی سے مانا جاتا ہے۔مشہور فرانسیسی مفکر مارک انٹاوہ انوائن جولیان (1775-1848ء) تقابلی تعلیم کے ماہر مانے جاتے ہیں۔وہ انقلابی فطرت کے مفکر تھے۔برطانوی سامراج کی مخالفت کے جرم میں انھیں 1813ء میں جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔1815-1817ء انھوں نے کئی غیر جانب دار نوعیت کے جرائد شائع کئے۔اسی دوران ان کی مقبولیت ایک ماہر تعلیم کے طور ہوئی۔انھوں نے اپنے عہد کے سویزر لینڈ کے عظیم مصلح تعلیمات جوہان ہنرک پیسٹ لوجی Johann Heinrich Postalozzi (1746-1827)،جن کا نظریہ آزادی پسندی کی مثال مانی جاتی تھی،ان کے ساتھ باضابطہ طور پر خط وکتابت کی،اور نظام تعلیم کی رہنمائی کے طرف دار بن گئے۔1817ء میں انھوں نے اپنی کتاب sketch and Preliminary views of a work on comprative Education and series of convention on Education میں تقابل طریق کار کے استعمال کا مشورہ دیا،تقابلی ماہرین تعلیم نے انہی فیض سے اس سمت میں گہرائی سے کام کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے۔

اس سمت میں امریکہ کے ماہر تعلیم جان گریس کام (1774-1852)،مصلح تعلیم،عام تعلیمی محافظ کی بیخ کنی،غلام کے طرف دار ہوریس مان (1796-1859ء)، ہوریس مان Horace Mann کے کاموں سے متاثر امریکی طریق تعلیم کے مصلح ماہر تعلیم ہنری برنارڈ (1811-1900)،انگریزی شاعر،ثقافتی نقاد میتھو آرنلڈ (1822-1888) وکٹوریہ یونی ورسٹی مین چسٹر کے استاد،لڈس یونیورسٹی کے وائس چانسلر

،انگریزی مورخ اور ماہر تعلیم سر مائیکل ارنسٹ سیڈلر (1861-1943ء)،انگلینڈ کے استراں اسکول،فرانسیسی فلسفہ میں انتخاب کے بانی وکٹر کزن (1792-1867ء) جیسے عظیم ماہرین تعلیم اور تعلیمی اداروں کا اہم کام ہے۔

ان دانش وروں کی کوششوں سے تقابلی تعلیم کا خدوخال متعین ہوا ہے۔اس سے قومی تعلیمی اصلاح اور تقابلی تعلیم کا خدوخال نکھرنے لگا،اس کے نظریاتی خدوخال متعین ہونے لگے۔دوسری عالمی جنگ کے نتائج سے اس شعبۂ علم کے نئے امکانات روشن ہوئے۔ 1945ء کے بعد سے دنیا بھر کے تعلیمی اداروں میں اس شاخِ علم کی مقبولیت میں اضافے ہوئے۔

تقابلی مطالعہ کے میدان میں مختلف زبانوں کے کامل اساتذہ،ان زبانوں کی ادبی اورتنقیدی روایات اور خاص ادبی طور پر متعلقہ کتابوں کے موضوعات سے واقف اسکالر کام کرتے ہیں۔اس سلسلے میں وہ کئی بار اپنی علمی دنیا سے حاصل نظریات سے متاثر بھی ہوتے ہیں۔ چوں کہ یہ اسکالرسماجیات ،تاریخ ،بشریات ،ترجمہ مطالعات ،ثقافتی اور مذہبی مطالعات سے بھی واقف ہوتے ہیں۔تقابلی ادب اور عالمی ادب جیسی اصطلاحات اکثر یکساں نظریہ کے شعور کے لئے استعمال میں لاتے ہیں۔اس مطالعہ میں مطالعہ کرنے والے کی کثیر زبانی کا سروکار مختلف زبانوں کی کتابوں کو بنیادی طور پر پڑھنے کی خواہش ہوتا ہے۔اس مطالعہ میں واضح حصول علم کے لئے متعین کئی ممالک میں بین الاقوامی تقابلی ادبی تنظیم اور تقابلی ادبی تنظیم کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

ہندوستانی مفکرین اس شعبۂ علم کے حوالے سے اکثر شاعرِاعظم رابندر ناتھ ٹیگور (1861-1941ء) کا ذکر کرتے ہیں۔عالمی ادب پر اپنے ایک خطبہ میں ٹیگور نے ادب کا صحیح صحیح مطالعہ عمل کے لئے تقابلی تنقید پر زور دیا تھا۔انھوں نے کہا تھا کہ یہ زمین مختلف ٹکروں میں تقسیم لوگوں کے لئے رہنے کی الگ الگ جگہ نہیں ہے۔ان کا ادب الگ الگ لکھا گیا ادب نہیں ہے۔ ہر ایک ادیب کے ذریعے لکھا ادب ایک مکمل اکائی ہے۔اور وہ اکائی پورے انسانی سماج کی آفاقیت کا غماز ہے۔قومیت کی تنگ نظری سے خود کو آزاد کرتے ہوئے ہر ایک فن پارہ کو اس کی مکمل اکائی میں دیکھنا چاہئے کیوں کہ اس مکمل اکائی یا انسان

کی مستحکم تخلیقیت (Productivity) کی پہچان عالمی ادب کے ذریعے ہی ہوسکتی ہے۔عالمی ادب جس کو انگریزی میں Comparative Literature کہا جاتا ہے ۔اس سے آفاقی تخلیقیت کا اظہار ہوتا ہے۔شاعر اعظم رابندر ناتھ ٹیگور کا یہ لکچر 1907ء میں ''رابندر رچناولی کے دسویں باب (324-33) میں شائع ہوا تھا۔یقیناً اس لکچر میں تقابلی ادب کی کثیر الجہتی کو اجاگر کیا گیا ہے لیکن اس سے قبل 1873ء میں ہی بنکم چندر چٹوپادھیائے (1838-1894ء) نے اس سمت میں خاص اور توانا قدر کا کام کردیا تھا۔''شکنتلا،مرانڈا اور ڈسڈیمونا'' نامی مضمون میں انھوں نے تقابلی ادب کا مطالعہ کے کافی فارمولے دیئے تھے۔اگر چہ ہندوستانی عوامی فکر میں اسکالروں کو تقابلی ادب کے متعین خدوخال کئی ہیئتوں مثلاً قصوں اور کہانیوں ،لوک کتھاؤں ،محاوروں ،کہاوتوں ،legendsوغیرہ میں بڑی وضاحت سے پیش کیا ہے۔

اسپین کے انسان نواز عالم ژیاں اندریسJean Andreas (1740-1817) اور آئرش عالم ہشین پاسنیت Hutcheson Macaulay Posnett (1855-1927) کا کام اس سمت میں بنیاد کا حامل مانا جاتا ہے۔حالاں کہ اس کا پس منظر جوہان وولف گینگ وان گوئٹے (1749-1832ء) کے عالمی ادب سے متعلق خیالات میں دیکھا جاسکتا ہے۔عہد روشن خیالی(Enlightment Period) کی مستحکم روایت پر ان کے افکار ونظریات نوکلاسیکی عہد روشن خیالی(1650-1780ء) کے مابعد عہد میں موثر ثابت ہوئے۔ پانڈورے(1735-1809ء)اور عظیم موسیقی کے نظریہ ساز جوس اینٹو نیو جیمینا(1757-1818ء) کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسپین کے مشہور آئرش عالم،تقابلی ادب کے تصور کے پیش کار ہچسن میکالے پاسنیٹ قانون کے رمزشناس تھے۔1885-1890ء تک سب نے آکلینڈ یونیورسٹی میں کلاسکس اور انگریزی ادب کا مطالعہ بھی کیا۔زمین پر سیاسی معیشت ،اخلاقیت کے تاریخی طریق کار پر ان کی گرفت مضبوط تھی لیکن تجزیہ نگاران کے''تقابلی ادب'' کے کارناموں کو خاص اہمیت دیتے ہیں

وکٹر میکسی مووچ جیر مونسکی (V.M.Zhirmonsky) جیسے روسی ہیئت پسندوں نے اس سمت میں بنیادی کام کرنے کا سہرا الیکزنڈر نکولایوچ ویسے لوسکی

(A.N.Veselovsky) کو دیا ہے۔

اگرچہ آج کے معیارات کی بنیاد پر اس دور کے کئی تقابلی کام نیشن کی اندھی تقلید، یورپ مرکوز، نسل پسند بھی مانا جاتا ہے کیوں کہ اس دور کے دانش وروں کے یہاں تقابلی ادب کا مقصدی کام۔ثقافتوں کے افہام و تفہیم کی ترقی کی بجائے اسکالروں کی دل چسپی ماہرین سیاست کی طرح جب تب امتیازی تجزیہ کے عمل میں اضافہ ہو گیا تھا۔

ہندوستانی فکر کے علم برداروں کی کوئی دل چسپی تقابلی مطالعہ کے تاریخی نظام پر نہیں رہی، اس لئے فکری نظام کافی متمول ہونے کے باوجود تقابلی ادب کی سمت میں بھی ہندوستان میں کبھی کوئی بت خانہ (تقابلی مطالعہ کا مرکز) بنانے کا شائق نہیں نظر آیا لیکن بین الاقوامی سطح پر اس کے تین اسکول بتائے جاتے ہیں۔فرانسیسی اسکول، جرمن اسکول، امریکی اسکول۔حالاں کہ روسی دانش وروں نے بھی اس سمت میں کافی کام کیا ہے۔

فرانسیسی اسکول:

بیسویں صدی کے ابتدائی برسوں سے لے کر دوسری عالمی جنگ تک کی تجربہ پسند (Empiricist) اور اثباتیت پسند (Positivist) کے نقطۂ نظر سے فکری نظام کو فرانسیسی اسکول کہا گیا، جس میں پال وین ٹائیگم (Paul Van Tieghem) جیسے عالم مختلف ممالک کے فن پاروں کے بنیادی شواہد اور فن پاروں کے باہمی تجربات کی جانچ عدالتی نظریہ سے کرتے ہیں۔اس طریق کار کو ''حقائق کی رپورٹ'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔اس رجحان پر عالمانہ دستاویزات کے حقائق پر مبنی تجزیہ کا غلبہ ہوتا ہے۔اس میں اسکالر فیصلہ کر پاتے ہیں کہ کس طرح کوئی خاص ادبی خیال یا ''آدرش'' وقت کے ساتھ قوموں کے مابین سفر کرتا ہے۔کیسے کسی خاص ادبی خیال یا جذبہ کی ترسیل نیشن اور عہد کے پار تک ہوتی ہے۔انیسویں صدی سے قبل کے حصے میں اس خیال کا آغاز گوئٹے نے جرمنی میں کیا تھا۔اس کا پہلا رسالہ Revue de Litterature Comparee فرانسیسی زبان میں پیرس یونی ورسٹی سے شائع ہوا۔تقابلی ادب کے فرانسیسی اسکول کے اثرات اور نفسیات کا مطالعہ خاص ہوتا ہے۔اگرچہ تقابلی ادب کے بانی مفکر فرنارڈ بالڈنس

سرگر(Fernand Baldenspaerger) نے اس سمت میں بیسویں صدی کی ابتدا میں ہی تقابل کے خدوخال پر بات چیت شروع کردی تھی۔ رسالہ Revue de Litterature Comparee مضامین پر پہلی قسط کے مطابق دومختلف چیزوں کا تقابل کا تصور وحدانی مطالعہ محض ان کی یادوں اور اثرات کے سارے شعوری پہلوؤں کو واضح نہیں کرسکتا۔

فرانسیسی تقابلی ادب کے اہم مفکر ماریس فرینکوئس گویارڈ (Marius Francois Gaillard) کے خیال میں تقابلی ادب، دو یا زیادہ ادبوں کا تقابل محض نہیں؛ یہ دراصل ایک سائنسی صنف ہے، اس کی صحیح تعریف بین الاقوامی ادبی رشتوں کی تاریخ میں ہونی چاہئے۔تقابلی ادب کے فرانسیسی اسکول کے مشہور مفکر ژیاں میری کیرے(Jean Marie Carre) نے فرانس ،جرمنی اور انگلینڈ کے ادبی رشتوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔غیر ملکی ادب میں خاکوں اور سفر ناموں کا مطالعہ اتنا واضح اور قابل توجہ ہے کہ وہ ان علاقوں میں عصری کاموں کو آج بھی متاثر کرتے ہیں۔انھوں نے تقابلی ادب کو گویارڈ کی کتاب ''لالٹریچر کیپری''(La litetteratue Caparee) کا مقدمہ لکھتے ہوئے ادبی تاریخ کی ایک شاخ تسلیم کیا ہے۔اور کہا ہے کہ یہ روحانی بین الاقوامی رشتوں کا مطالعہ ہے ،جس میں حقیقت پر مبنی تحقیقات کی بنیاد پر بائرن (Byron)اور پشکن (Pushkin) گوئٹے(Goethe)اور کارلائل(Carlyle)،والٹر اسکاٹ(Walter Scott)اور وگنی کے ادب اور فلسفۂ حیات سے ملنے والے اثرات (اظہارات) کا مطالعہ ممکن ہے۔

آج فرانسیسی اسکول میں اس مطالعہ کے تحت ملک اور ریاست کے نظریہ کا مطالعہ رواج میں ہے، اگر چہ یہ پورے تقابلی ادب میں بھی اضافہ کرتا ہے۔اس اسکول کے افکار و نظریات میں بیسویں صدی کے اہم عالم کلائیڈ پیکوئس (Claude Pichois) اور کناڈین مفکر آندرے ایم روسو (A.M.Rousseau) جیسے معاصر عالموں کے فن پارے اہم تسلیم کئے جاتے ہیں۔ پیکوئس اور روسو کی مشترکہ کتاب 'لالٹریچر میں تجزیاتی نقطۂ نظر سے تقابلی ادب میں خوبی اور خامی تقابل اور اثر کے ماخذ واضح ہیں۔فرانسیسی تقابل کے

اہم عالم ،سوبورن یونی ورسٹی پیرس میں تقابلی ادب کے صدر اور مشرق وسطیٰ اور ایشیائی ثقافتوں کے پیش کار رینے جوزف یوجین ایتی ایمل کے واضح نظریہ سے اس شعبے میں توسیع ہوئی۔خوبی (مطابقت) اور خامی (عدم مطابقت) کے اس نقطۂ نظر سے کامیاب ثابت ہوئی۔ادبی کتابوں کے مطالعہ کے ساتھ فرانسیسی اسکول فن پاروں کے باہمی اثر کا بھی مطالعہ کرتا ہے۔لفظیات پر مرکوز نقطۂ نظر سے وہ لفظوں کے اثر ونفوذ کو لفظوں کے اتباع ،لفظوں کو مستعار لینے اور لفظوں کی نقل (اتباع) کے مابین واضح فرق کی تلاش کرتا ہے۔ یہ راست اور ناراست اثر ،ادبی اثر ،ادبی مطالعہ کے مثبت اور منفی اثرات کے مابین فرق کو بھی تلاش اور نشان زد کرتا ہے۔

امریکی اسکول:

فرانسیسی اسکول کے ردعمل میں امریکی اسکول کا خاص مقصد ادبی کتابوں کے سیاسی حدود سے پرے جا کر ،تقابلی ادب کو سیاست کاری سے آزاد کرنا تھا۔ یہ خصوصاً آفاقیت اور بین العلومیت پر مبنی تھا۔امریکی اسکول بنیادی نظریات پر پر جوہان وولف گینگ وان گوئٹے اور ہچسن میکالے پاسنیٹ کے اُس بین الاقوامی نظریہ سے گہرا رشتہ تھا جو دائمی اور آفاقی ادب میں نشان زد بنیادی آدرش کے ''آفاقی انسانی صداقت'' کے میلان پر مبنی تھا۔منطقی طور پر یہ عمل جنگ عظیم کے بعد کے بین الاقوامی تعاون کی خواہش کو منظر عام پر لاتا ہے۔اس کے وجود میں آنے سے قبل مغرب میں تقابلی ادب کا دائرہ مغربی یوروپ اور اینگلو امریکی ادب تک ہی محدود تھا؛خصوصاً انگریزی ،جرمن اور فرانسیسی کے دانتے کے سیاق و سباق میں اطالوی ادب ،سیموئل سروانٹس ساویدرا (samuel Cervantes) کے سیاق وسباق میں اسپینی ادب سے امریکی اسکول کے دانش ور عالمی تقابلی ادب کے تحت علم کے مختلف شعبوں کے مابین ادب کے رشتوں کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ادبی تنقید کو بھی تقابلی مطالعہ کا اہم حصہ تسلیم کرتے ہیں۔1886ء میں ہچسن میکالے پاسنیٹ نے اپنی کتاب تقابلی ادب (Comparative Literature) میں تقابل کو تجزیہ نگاروں کا باہمی عمل کہا ہے۔

امریکی تقابلی ادب کے خدوخال کا تعین کرنے میں رینے ویلک (Rene Wellek) ہیری لیون(Hary Levin) اورڈیوڈ میلون(David Melon) کا اہم کارنامہ مانا جاتا ہے۔ان کے تقابل کی بنیاد پر نظریاتی یکسانیت ہی نہیں تخلیقیت اور تخلیق کے موضوع ،متبادل ،اسلوب ،صنف ،تحریک اور روایت تخلیقی ذہانت وغیرہ بھی ہوتی ہے۔رینے ویلک کے خیال میں ادبی تاریخ کے حقائق کا انتخاب بھی اپنے آپ میں ایک تنقیدی عمل ہے اور تعین قدر بھی۔

دوسری عالمی جنگ کے آغاز سے ہی رینے ویلک امریکہ میں رہتے تھے۔1946ء تک کے سات برسوں تک انھوں نے وہاں آیووا یونی ورسٹی میں مطالعہ کیا۔اس کے بعد وہ ایل یونی ورسٹی آئے اور وہاں تقابلی ادبی شعبے کی بنیاد رکھی ،وہاں وہ اس کے صدر شعبہ تھے۔متحدہ ریاست امریکہ میں وہ تقابلی ادب کے مطالعات کے بانی کے طور پر مشہور ہوئے۔اپنے سابقہ امریکی نقاد اور انگریزی کے پروفیسر آسٹن وارین(Austin Warren) کے ساتھ مل کر رینے ویلک نے ادبی نظریہ کو منظّم کرنے والی تاریخی کتاب ''ادب کی تھیوری(Theory of Literaturte) شائع کی ،وہ ان کی اس سمت میں اہم فکری کاوش تھی۔

1960ء کی دہائی کی شروعات میں رینے ویلک نے ساختیات سے متاثر ادبی نظریہ کی وکالت کی۔ان کے سابقہ نقطۂ نظر کے طریق تنقید میں ادبی نظریہ کے ساتھ ساتھ سابقہ تنقید کے باشعور مطالعہ ،تخلیقیت کے تخلیقی عمل میں شامل ذاتی اور سماجی تاریخ کی گہری فہم شامل تھی۔ان کے تقابلی عمل میں ایک کے تقابل میں دوسرے میں کمتر یا بہتر ثابت کرنے کا منشا قطعی نہیں تھا۔

رینے ویلک کے خیال میں ایک عظیم نقاد کو منظّم اور مستند معائر کے ذریعے کسی فن پارہ کے تعین قدر سے قبل ،اس کا تعصب سے آزاد نقطۂ نظر سے مطالعہ کرنا چاہئے۔فن پارہ میں شامل جذبہ ،علم ،مکالمہ پر گہری عقیدت سے فکری تجزیہ کے بعد ہی صحیح تعین قدر ممکن ہے۔ان کے مطابق نقاد کو ادب اور طریق تنقید کی روشنی میں بے یقینی ، بے چینی اور بے اعتنائی اور تاریخ پر فتح حاصل کرنے کا حق ہونا چاہئے۔اس موضوع پر آٹھ ابواب پر مشتمل

سب سے اہم کتاب ''جدید تنقید کی تاریخ'' (A history of modern criticism) ہے جس کے آخری دو باب انھوں نے 92 سال کی عمر میں نرسنگ ہوم میں اپنے بستر پر لکھے۔

رینے ویلک کے اکابرین کے خاص امریکی نقاد جوئیل ایلیاس اسپنگارن (Joel Elias Spingarn) 1908ء سے ہی تقابلی ادب کے مطالعہ کو زبان پر مبنی ادبی مطالعہ سے الگ، آزاد شعبۂ علم کی معنویت کے طرفدار تھے۔ 1899-1911ء تک وہ کولمبیا یونی ورسٹی میں تقابلی ادب کے پروفیسر تھے۔ اپنی ادبی کتابوں کے اچھوتے موضوعات کی وجہ سے ان کا شمار امریکہ کے بنیاد گزار تقابل پسند نقادوں میں ہوتا تھا۔ عہد نشاۃ ثانیہ میں ادبی تنقید کی تاریخ (A History of Literary Criticism in the Renaissance) کے 1899ء اور 1908ء کے دو ایڈیشنوں اور تین ابواب میں مرتب 1908-09ء میں شائع سترہویں صدی کے تنقیدی مضامین (Critical Essays of the Seventeenth Century) جیسی اہم کتابوں میں انھوں نے اس حوالے سے اظہار خیال کیا ہے۔ 9 مارچ 1910ء کو کولمبیا یونی ورسٹی میں ''نئی تنقید'' (The New Criticism) کے موضوع پر اپنے لکچر میں انھوں نے اپنے فلسفہ کا ماحصل پیش کیا۔ اس لکچر میں انھوں نے آرٹ کے طریق کار، موضوع اور تاریخی نظام کو دیکھنے کی روایتی تنگ نظری سے پرے تمام فنون لطیفہ کو نئے نقطۂ نظر سے دیکھنے کی سفارش کی۔

اسپنگارن کے تنقیدی نقطۂ نظر اور جمالیاتی خیال اطالوی فلسی بین دیتو کروچے (1866-1952) سے زیادہ متاثر تھے، 1899ء سے ہی ان کے ساتھ ان کی خط و کتابت ہوتی تھی۔ کروچے نے اسپنگارن کی اہم کتاب کا انتونیو فسکو سے اطالوی میں La Critica Letteraria Nel Rinascimento :Saggio Sulle Origini Dello Spirito Classico Nella Litteratura Moderno کے عنوان سے ترجمہ کیا، اور لائبریریا لیٹرزا، باری کے ذریعہ 1905ء میں شائع کتاب کا مقدمہ بھی لکھا تھا۔ اس دوران فرانسیسی اور عبرانی ادب کے تقابلی مطالعات پر بھی اسکالروں نے کافی اظہار خیال کیا۔

دوسری عالمی جنگ کے ٹھیک بعد شائع ہونے والی کتاب European and Latin Middle Ages میں ارنسٹ رابرٹ کورٹیس(Ernst Robert Curtius) نے قدیم کلاسیکی عہد سے لے کر انیسویں صدی کے آغاز تک، اور اطالوی جزیرہ نما سے لے کر برطانوی جزیرہ تک، زماں اور مکان پر یورپی ادب کے قابل ذکر تسلسل کا واضح ذکر کیا ہے۔ٹی ایس ایلیٹ (T.S.Eliot) نے اس کتاب کی خوب تعریف کی ہے۔اس کتاب میں مصنف نے عہدِ وسطیٰ کے لاطینی ادب کو قدیم ادب اور بعد کی صدیوں میں مقامی ادب کے مابین اہم تبدیلی کے طور پر پیش کیا۔ یہ کتاب ہومر (نویں آٹھویں صدی ق م) سے گوئٹے (اٹھارویں انیسویں صدی) تک کے یورپی ادب کے عروج کو سامنے لاتی ہے۔

تعلیمی آلۂ کار(Educational Tools) میں تقابلی ادب کا داخلہ سب سے پہلے امریکہ کی یونی ورسٹیوں میں بیسویں صدی میں ہوا سب سے پہلے Yale یونی ورسٹی میں تقابلی ادب کے آزاد شعبہ کی بنیاد رکھی گئی۔اگر چہ اس کے صدر پروفیسر لین کوپر (Laine Cooper) نے اس نام کو تسلیم نہیں کیا۔امریکہ کے ہارورڈ، ایبل، پرنسٹن ،شکاگو، بوسٹن اور فلاڈیلفیا وغیرہ یونی ورسٹیوں نے اس سمت میں بڑی پیش بندی کا مظاہرہ کیا۔انگلینڈ کے شاعر، نقاد، مترجم، ڈراما نگار جان ڈرائیڈن اور شاعر، نقاد سیموئل جانسن نے بھی کثیر لسانی تقابل کا تجزیہ پیش کئے ہیں۔

ثقافتی مطالعہ کے عصری اسکالروں کے لئے امریکی اسکول کا نظریہ فطری ہے۔تنوع سے بھر پور اس شعبے میں اسکالر آج منظّم طور پر چینی، عربی اور دنیا بھر کی زبانوں کے نمائندہ ادبی شہ پاروں کا مطالعہ کررہے ہیں۔یہاں تقابلی مطالعہ کے دواہم شعبے ہیں۔متوازیت(Parellelism) اور بین التونیت(Intertextuality)۔ متوازیت کے تحت اس میں فن پاروں کے متن عدم مطابقت نہیں، یکساں سیاق وسباق اور حقائق کے مطالعہ کی گنجائش رہتی ہے۔اس میں ادبی فن پاروں کے مابین باہمی مشابہت نظر آنے پر تاثرات کی بجائے سیاق وسباق کو اہمیت دی جاتی ہے۔سیاق وسباق اگر تاثرات کو مضبوط نہیں ہونے دے تو اثرات کو کبھی فوقیت نہیں دی جاسکتی ہے۔بین التونیت کے

حوالے سے ہر نیا متن کسی دوسرے متن کے لئے سیاق وسباق ثابت ہوتا ہے۔ نیا متن پرانے متن پر غلبہ رکھتا ہے۔ نیا متن ہمیشہ پرانے متن کی روشنی میں پڑھا جاتا ہے۔ ادب نئے سرے سے پرانے متن کی باز تنظیم کی ایک غیر مانع اور متواتر عمل سے عبارت ہے۔ پرانا متن، نئے متن کی تشکیل کی بنیاد ہوتا ہے۔

جرمن اسکول:

جرمن تقابلی ادب کا آغاز انیسویں صدی کے نصف آخر میں ہوا۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد، ہنگری کے ممتاز عالم پیٹر اسزونڈی (1971-1929ء) کے واحد کارنامہ سے اس موضوع کا واضح ارتقا ہوا، وہ فری یونی ورسٹی آف برلن میں ڈراما، گیت، شاعری اور ہرمنیات کے ساتھ ساتھ عام اور تقابلی ادب کے مطالعہ کے پروفیسر تھے۔ اس موضوع سے وابستہ ان کا نظریہ ان کے توسط سے برلن میں مدعو بین الاقوامی شہرت یافتہ ماہرین کے تعارف اور lkcr سے واضح ہونے لگا تھا۔ پیٹر اسزونڈی (Peter Szondi) نے ژاک دریدا (Jacques Derrida) کا لکچر ان کی عالمی مقبولیت سے قبل ہی اپنے یہاں منعقد کروایا۔ انھوں نے فرانس سے پال دی مان (Paul de Man) یروشلم سے گیرشم شولم (Gershom Sholem)، فرینک فرٹ سے تھیوڈر ڈبلیو اڈورنو (Theodor W. Adorno) جیسے متعدد عالمی سطح پر مقبول عالموں کو دنیا کے گوشے گوشے سے لکچر کے لئے مدعو کیا۔

تقابلی ادب کے خدوخال اور معیار کے تعین کرنے والے سبھی اسکالروں نے تقابلی ادب کے مطالعہ سے متعلق اسزونڈی کے تصورات کی مقبولیت کی راہ مستحکم کی۔ بین الاقوامی تقابلی ادب کے یہ دانش ور ساختیات کے روسی اور پراگ اسکول کے ساتھ ساتھ یورپی ادبی نظریہ سازوں سے حد درجہ متاثر تھے جن سے متاثر ہو کر رینے ویلک نے بھی تقابلی ادب کا نظریہ اپنے کئی ہم عصر دانش وروں کے اہم تصورات کی روشنی میں متعین کئے۔ میونخ یونی ورسٹی کے ذریعہ شائع ایک کتابچہ میں جرمنی تقابلی ادب میں ڈپلومہ دینے والے اکتیس شعبہ جات کی فہرست بھی جاری کی گئی۔ یہ صورت حال تیزی سے بدل رہی ہے۔ کئی یونی

ورسٹیاں حال ہی میں شروع کئے گئے بی اے اور ایم اے کے نصابوں میں تقابلی مطالعہ کو شامل کر رہی ہیں۔ جرمن تقابلی ادب کو ایک طرف باہمی لسانیات کی روشنی میں دیکھا جارہا ہے اور دوسری طرف اسکالروں کو عملی دنیا کے لئے درج بالا عملی علم عطا کرنے والے زیادہ تجارتی پروگراموں کو اوّلیت دی جاتی ہے۔

روسی اسکول:

روسی اسکول کے عالموں کے مطابق تقابلی مطالعہ کے تحت الگ الگ ملکوں کی ادبی اصناف ،تحریکات،اقسام ،اور ادب کے عالمی نظریہ کا مطالعہ ہوتا ہے۔اس کے مآخذات مختلف ممالک کی اجتماعی زندگی کے تاریخی ارتقا سے بھی وابستہ ہوتے ہیں۔جارجیائی یونی ورسٹیوں کے ساتھ ساتھ سوویت یونی ورسٹیوں کے نصابوں میں تقابلی ادب مغربی ملکوں کی طرح مقبول نہیں تھا۔غیر سوویت اور غیر اشترا کی ملکوں میں یہ جس طرح ادبی تحقیق کی تحدید اور توسیع میں تحقیق تھی،سوویت تحقیق کے لئے جوکھم بھرا امکان تھا۔یہاں تقابلی ،تاریخی اور ادبی مطالعہ کی اصطلاح سے زائیدہ ایک نئی اصطلاح ''ادبی رشتہ'' پرغور وفکر کی ضرورت ہے۔یہاں تقابلی ادب اور ادبی رشتہ میں بنیادی فرق قانون کا تھا جو سوویت ادبی مطالعات کو بین الاقوامیت سے جوڑتی تھی۔سوویت عہد میں اس فرق کو ختم کرنے کی پُر جوش کوشش نظر آئی۔اس عہد کی تحدید وتوسیع کے عمل میں ادبی مطالعہ کو گہرا بنانے کی کوشش کی گئی۔اور جارجیائی یونی ورسٹیوں نے تقابلی ادبی نصاب کو نافذ کرنے میں اہم رول ادا کیا۔اس ضمن میں ماہرین اور نصابی کتابوں کی کمی جیسے کئی مسائل بھی آئے۔اس کی تکمیل کے لئے نصابی کتابوں کے ترجمے،نصاب کی تشکیل ،ماہرین کی تربیت جیسا نظام قائم ہوا۔خوشی کی بات ہے کہ آج جارجیائی یونی ورسٹیوں میں تقابلی ادب تعلیم اور تحقیق کا خاص عمل ہے۔

سوویت ادبی مطالعہ میں تقابلی ادب سے متعلق تصور پر وکٹر میک سیموویچ جرمونسکی (V.M.Zhirmonsky) جیسے مشہور مفکر کے علاوہ کئی سوویت محققین نے موزوں اظہار خیال کیا۔تقابلی تجزیہ کے لئے ادبی تاریخ کی ضرورت کے مدنظر انھوں نے

تاریخ اور تقابلی ادب کا گہرا رشتہ مانا کیوں کہ سماجی تاریخ کے متوازی ہر زمانے کے ادب اور آرٹ کا ارتقا ہوتا ہے۔

روس میں تقابلی اور تاریخی ادب کی اصطلاح کے بانی مبانی الیکز ینڈر رویسلوسکی (A.N.Veselovsky) کے نظریاتی اعمال سے تقابلی قانون کا تعین کیا گیا۔ تقابلی قانون میں ویسلونسکی نے ''اثر اور نقل'' کے رویوں کے باہمی رشتے پر اظہار خیال کیا۔ اس ضمن میں انھوں نے مختلف فکشن پر مبنی سیاق وسباق کے تجزیہ سے مشرق یا مغرب کے ثقافتی اخلاص کی گہری تفتیش کی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ متن کی اہمیت سے ہی ''اثر اور نقل کے نظریہ بنتے ہیں۔ انھوں نے تاریخی طریق کار سے متن کے ابتدائی مطالعہ کے متوازی ادب کے عام مطالعہ کو جوڑنے کی کوشش کی۔

یونان کے شاعروں، ڈراما نگاروں کا تقابلی مطالعہ تو ارسطو، لان جائنس کے ساتھ ساتھ اس طرح کے تمام مشہور نقاد شروع سے ہی کرتے رہے تھے۔ مشہور لاطینی کتاب آرس بوطیقا (Ars Poetics) میں ہوریس نے یونانی اور لاطینی زبانوں میں تقابلی اظہار خیال کیا ہے۔

آزاد شعبۂ علم کے طور پر تقابلی ادب یقیناً اس وقت انتہائی مفید ہے۔ مطالعہ کے اس طریق کار میں پوری اکائی کے طور پر مختلف زبانوں کے ادبوں (Literatures) کی واضح شناخت قائم ہوتی ہے کیوں کہ ادبوں کے تقابل سے ہی انسانی علم، فن اور نظریہ کی تصویر واضح ہوتی ہے۔

OOO